خاتم الانبیاءؐ کا روحانی مقام و مرتبہ

مؤلف: سید علی طباطبائی
مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد جعفر

اس مضمون میں خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے مثال شخصیت اور ان کے روحانی مقام و مرتبہ کے بارے میں گفتگو ہوگی اور آپؐ کے مقدس وجود کے مختلف پہلوؤں کو اسلامی عرفان اور قرآنی آیات و روایات اہلبیت علیہم السلام کی روشنی میں بیان کیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ آنحضرت کی ذات گرامی اپنے وجودی کمالات اور عالم امکان میں اپنی تاثیر کے اعتبار سے تمام ممکنات سے برتر ہے۔ آپ کی ذات گرامی تمام ممکنہ فیوضات کا منشا و ماوا، عالم امکان کا پہلا انتخاب، تمام نوری کلمات کی بنیاد، نام اللہ کا مکمل مظہر اور عصمت، وحدت وجود اور کثرت شہود کا کمال ہے۔

در حقیقت عرفانی صحیفوں میں نہ صرف نبی اعظمؐ کے روحانی مقام و منزلت کو مرکز قرار دیا گیا ہے بلکہ نبوت اور وحی الٰہی کو ہی اسلامی عرفان کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے روحانی مقام کو معرفت کی دقیق نگاہ سے دیکھنے سے انسان کو سرور و انبساط میسر ہوتا ہے اور حضرت باری تعالیٰ کی خاص عنایت کے سبب اس کا برگزیدہ بندہ الطاف خداوندی اور عرفانی باتوں سے مزین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے عرفانی خیالات ہی دلنشین عرفانی فضا کی آمادگی کا سبب بنتے ہیں اور دل کی خلوت کو ذکر کی حلاوت سے سکون فراہم کرتے ہیں اور انسانی حیات کو با معرفت اور با معنی بناتے ہیں۔

آج کے دور میں عرفانی اور قرآنی تعلیمات ایسے دلوں کے لئے شفا بخش اور بہترین نسخہ ہیں جو صنعتی اور ترقی یافتہ زمانہ سے پریشان ہو کر کسی ایسے راستہ کی تلاش میں ہیں جو انہیں انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کی راہ فراہم کردے۔ بہت سے ایسے افراد ہیں جو اپنی تنہائی سے آگاہ ہو گئے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ خود کو بھول کر اپنی اصل کو پالیں اور ہر چیز سے چھٹکارا پا کر خودی کی سیر کریں اور

اپنے وجود کی معرفت حاصل کرکے انوار قدسی کے زیر سایہ اس کی تربیت کریں۔ انوار قدسی کو اولیائے الٰہی کے پاک دلوں بالخصوص حضرت ختمی مرتبتؐ کی ذات والا صفات میں ہی جستجو کیا جانا چاہیے۔

اس مضمون میں خاتم الانبیاءؐ کے فضائل و مراتب کو عرفانی صحیفوں کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ علم عرفان کے اکابرین نے قرآن و روایات سے الہام حاصل کرتے ہوئے نبی اکرمؐ کے معنوی مرتبہ کو دلنشین تعبیروں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہم نے ایسے مسائل کی ضرورت کو احساس کرتے ہوئے اور اپنے قلم کی وسعت کے اعتبار سے حضرت ختمی مرتبتؐ کے روحانی مقام کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپؐ کی بے مثال و بے نظیر منزلت کو مفہوم اور الفاظ میں ڈھالا نہیں جاسکتا البتہ اس بیکراں سمندر سے ایک قطرہ ہی کافی ہے۔

اس مضمون میں اصل موضوع پر گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن اور عرفان کے درمیان رابطہ کو بھی بعض آیات و روایات کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عرفان کے وجود میں آنے میں ذوق کا بھی بڑا اثر رہا ہے اور اس لئے یہ موضوع اہمیت کا حامل ہے کیونکہ بعض افراد عرفان کے بارے میں غلط تصور رکھتے ہیں اور عرفان کو قرآن و شریعت کے مقابلے میں لاکر کھڑا کردیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عرفان کا تعلق انسان کے ذوق سے ہے، حالانکہ ذوق کو حق کی معرفت کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تمام امکانی فیوضات کا سرچشمہ

عالم امکان میں حضرت ختمی مرتبتؐ کی ذات والا صفات ہر فیض کا سرچشمہ ہے۔ ساری کائنات اور عالم امکان میں رسول خداؐ کا مقدس وجود ہی ایسا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے کیونکہ پہلے نبی سے لے کر آخری نبی تک اور اس کے علاوہ دوسرے لوگ جو بھی حقائق و معارف اور فیوضات حاصل کرتے ہیں سبھی کا سرچشمہ حضرت ختمی مرتبتؐ کا وجود ہے اور یہ ایک برہانی، عرفانی اور قرآنی حقیقت ہے۔

انسان کامل کے وجود کا عقل بسیط سے اتحاد

صدرالمتالہین نے عاقل و معقول کے درمیان اتحاد کی بحث میں عقل اول کو عقل بسیط سے تعبیر کیا ہے اور انسان کامل بھی اسی عقل بسیط کے ساتھ وجودی اتحاد پیدا کرتا ہے، اسی لئے نظام ہستی کے تمام موجودات اس کا جزو قرار پاتے ہیں کیونکہ اذا کان العقل کان الاشیاء۔ ترجمہ: عقل اول ہی سے اشیاء کا

وجود ہے، کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان کامل کا عقل بسیط سے یہ اتحاد ہونا محی الدین ابن عربی کی فرمائشات سے کہیں زیادہ بالاتر ہے، جہاں آپ ہباء کی بحث میں فرماتے ہیں:

فلم یکن اقرب قبولا فی ذلک الهباء الا حقیقة محمد المساة بالعقل، فکان سید العالم باسره (فکان مبتدء العالم باسره) و اول ظاهر فی الوجود، فکان وجوده فی ذلک النور الهی و من الهباء و من الحقیقة الکلیة و فی الهباء وجد عینه و عین العالم من تجلیه و اقرب الناس الیه علی ابن ابی طالب امام العالم و سرالانبیاء اجمعین۔
ترجمہ: ہبا کے بارے میں قریب ترین قابل قبول معنی سوائے حقیقتِ محمدیہ کے کچھ نہیں جس کا نام عقل ہے، چنانچہ آپ مکمل طور سے سید کائنات ہیں (آپؐ مبدا کائنات ہیں) ظاہر ہونے والے پہلے وجود ہیں، آپ کا وجود نور خدا سے ہے، آپ کا وجود حقیقتِ کلی ہے، آپ کا وجود ہوا، پھر آپ کی تجلی سے کائنات وجود میں آئی۔ لوگوں میں وجود کے اعتبار سے آپ سے سب سے قریب امامِ کائنات، اسرارِ انبیاء حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا وجود ہے۔[1]

صاحب فتوحات کی نظر میں دو ہی لوگ اس عالمِ امکان میں ہباء کے مرتبہ پر فائز ہیں، ایک خاتم الانبیاء اور دوسرے سید الاوصیاء۔ ہباء اللہ تعالی کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور حضرت ختمی مرتبت کی ذات والا صفات اپنے وجود، اعتدال مزاج اور ذاتی قابلیت کے اعتبار سے اپنے سیر صعودی میں اللہ تعالی کی ذات سے متصل ہو جاتی ہے جو نظام ہستی کے تمام موجودات کا سرچشمہ ہے اور پھر تمام موجودات اس کے وجود کا جز ہو جاتے ہیں:

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے لئے

۱۔ ابن عربی، محی الدین، الفتوحات (ج ۱)، ص ۱۶۹

سمندر روشنی بن جائے تو کلمات رب کے ختم ہونے سے پہلے ہی سارے سمندر ختم ہو جائیں گے چاہے ان کی مدد کے لئے ہم ویسے ہی سمندر اور بھی لے آئیں۔[۱]

یقیناً اس نظامِ ہستی میں حضرت ختمی مرتبتؐ کے وجودِ مقدس کے علاوہ کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہے اور صاحب فتوحات کے قول کے مطابق دو لوگ ہباء کے مقام پر فائز ہیں ایک خاتم الانبیاء اور دوسرے سید الاوصیاء، لیکن سید الاوصیاء حضرت امیر المومنین تابع ہیں جبکہ حضرت خاتم الانبیاء اس عالمِ امکان میں اصل وفرید ہیں۔

حقیقت محمدیہ یا عالم امکان کا پہلا وجود:

جناب صائن الدین علی بن محمد تُرکہ اصفہانی اپنی کتاب تمہید القواعد میں لکھتے ہیں کہ:

> ثم ان الذات باعتبار اتصافها بالوحدة الحقيقية تقتضي تعيناً يسمى باصطلاح القوم بالتعين الاول تارة و بالحقيقة المحمدية اخرى۔ ترجمہ: ذات، حقیقتِ وحدت سے متصف ہونے کے اعتبار سے متقاضی ہوئی تعین کی، جس کو علماء کی اصطلاح میں کبھی موجودِ اول اور کبھی حقیقتِ محمدی کہا جاتا ہے۔[۲]

اس لحاظ سے وحدتِ حقیقی، مطلقہ تشخص سے جدا نہیں ہے بلکہ تعین اور لاتعین کے درمیان کی ایک لکیر ہے، لہٰذا اگر مطلقہ تشخص کو ایک ذات اور وحدتِ حقیقی کو وصف تصور کیا جائے تو ذات کا تعین اس وحدتِ ذاتیہ سے اتصاف کے اعتبار سے ہوگا اور اہل معرفت کی اصطلاح میں اس تعین کو پہلا تعین نام دیا گیا ہے اور کبھی کبھی اسی کو حقیقتِ محمدیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس تعین کو اس لئے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں کیونکہ انسانِ خاتم اپنے وجود کے ارتقاء واعتلاء اور صعود و عروج میں خدا کے اذن سے تمام موجودات سے برتر ہے اور اس وحدتِ حقیقیہ میں فانی ہو جاتا ہے اور دوسرے موجودات اس کا جز قرار پاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

۱۔ سورہ کہف، آیت ۱۰۹

۲۔ علی ترکہ اصفہانی، صائن الدین، تمہید القواعد، ص ۱۲۶

اول ما خلق اللہ العقل و انا العقل: ترجمہ: اللہ تعالی نے سب سے پہلے عقل کو خلق فرمایا اور میں ہی عقل ہوں۔

یہاں پر " انا العقل " سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کے وجود کی حد عقل ہی تک ہے بلکہ آنحضرتؐ نے حدوث کے بعد اس تعبیر کے ذریعہ اپنی صعودی شان کی خبر دی ہے۔ کیا ایسا نہیں تھا کہ جب آنحضرتؐ نے معراج کا سفر کیا تو وہاں تک پہنچ گئے جہاں جبرئیل نے ان سے عرض کی:

لو دنوت انملة لاحترقت۔ ترجمہ: اگر انگلی کی ایک پور کے برابر بھی آگے بڑھا تو خاکستر ہو جاؤنگا۔[1]

اور آنحضرتؐ نے بھی فرمایا:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ ترجمہ: اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہے، اس میں کسی کی گنجائش نہیں نہ فرشتہ مقرب کی اور نہ نبی مرسل کی۔[2]

فرشتے اور نبی ہر ایک سیاقِ نفی میں نکرہ ہیں جو آنحضرت کو بھی شامل ہے جنہوں نے تمام تعینات کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ صحفِ عرفانیہ میں اس مرتبہ کو "مقامِ فوقِ خلافت" سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ سفارت کے لحاظ سے خلافت خلق کی طرف رجوع کرتی ہے اور ایسے مقام پر سلطان کا ظہور، ولایتِ مطلقہ ہے۔

شئے کی شیئیت اس طرح سے ہے کہ انسان ایک طرف سے صعودی ترقی پاتا ہے تو اسے عروج ملتا ہے اور وہ مقامِ فعلیت تک پہنچ جاتا ہے اور جو انسان مقامِ فعلیت تک پہنچ جاتا ہے وہ ام الکتاب اور امام مبین ہوتا ہے۔ اگر اس کا نفس کامل ہوتا ہے تو قدسی روح کا مالک اور اس آیت کا مصداق قرار پاتا ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔ ترجمہ: اور ہم نے ہر شئے کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔[3]

۱۔ حسن زادہ آملی، حسن، ہزار و یک نکتہ، ص ۱۱۹

۲۔ ایضاً

۳۔ سورہ یس، آیت ۱۲

اور اگر انسان کا نفس کامل نہ ہوگا جیسا کہ اکثر لوگ اسی زمرے میں آتے ہیں تو وہ اعتلائے وجودی پیدا کرے گا اور امام سے اپنے وجودی تقرب اور اپنے اچھے اعمال کے ذریعہ اس کے نور سے روشنی لے گا۔

حضرت ختمی مرتبتؐ سے تمام نوری کلمات (وجود) کا تعلق وارتباط:

اول سے لے کر آخر تک سبھی ختمی مرتبتؐ کے وجود اور ان کی حقیقت سے استفادہ کرتے آرہے ہیں جس کی حقیقت نور محمدؐ ہے اور یہی نور عقلِ اول ہے جس کے نور سے تمام انبیاء نے روشنی لی ہے۔ وہ تمام انبیاء اسی نور کے مختلف شعبے ہیں اور جتنے بھی علوم اور حقائق و معارف انسانوں تک پہنچتے ہیں سب کے سب انہیں کے وجود سے ارتباط رکھنے کی وجہ سے ہے۔

موجودِ اکمل اور اسم اللہ کا مکمل مظہر:

نوعِ انسانی کے لحاظ سے آنحضرت اشرف المخلوقات ہیں لیکن شخصیت کے لحاظ سے وہ الٰہی کمالات کا مکمل مظہر، عالمِ امکان کا محور اور امام عصر ہیں اور انہیں نوعِ انسانی کی اکمل فرد کہا جائے گا لہٰذا سبھی ان کے وجود کے گرد ہیں اور وہ تمام لوگوں کا قبلہ ہیں۔

ہر نبی اسم کلی کا مظہر ہوتا ہے اور ہر کلی اسم، اسمِ اعظم ہے اور چونکہ اسم اعظم ایک نسبی امر ہے لہٰذا یہ تمام اسمائے اعظم اسمِ جلالہ ”اللہ“ کے ماتحت ہوں گے اور جو اللہ کا مکمل مظہر ہے وہ حضرت خاتم الانبیاء ہیں اور اسی اکملیت کی وجہ سے وجود ان کی ذات سے شروع ہوا یعنی سب سے پہلے مرحلہ میں حضرت ختمی مرتبت کی روح وجود میں آئی (جسے اہل حکمت عقل کہتے ہیں اسے اہلِ عرفان روح کہتے ہیں) اور وہ عقلِ اول اور پہلی تخلیق آنحضرت کی روح ہے، اسی لئے آپ اپنے بارے میں خبر دیتے ہیں کہ میں صعود وارتقا واعتلا کے سفر کے دوران عالمِ اجسام سے گزرتا ہوا، عالمِ مثال سے ہوتا ہوا، عالمِ نفوس و عقول سے گزرتا ہوں۔ پہلی تخلیق میری روح ہے اور میں صعودی طور پر اس سے مل جاتا ہوں اور اس سے متحد ہو کر خود وہی ہو جاتا ہوں۔

انسان کا نفسِ ناطقہ عقل بسیط سے اتحادِ وجودی پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ انسانِ کامل مثلاً جناب ختمی مرتبت جو قطب الاقطاب ہیں، صعودی اور عروجی طور پر روح عالم سے متصل ہو جاتے ہیں اور ایسی صورت میں تمام عالم ان کے جسم کی منزل میں ہوتا ہے۔ آپؐ خود فرماتے ہیں

کہ " کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" ۔اور دوسری جگہ خبر دیتے ہیں کہ "اول ما خلق اللہ العقل و انا العقل"۔آپ کائنات کی غرض غائی ہو جاتے ہیں اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی ذات پر ختم ہوتا ہے۔

نازل شدہ تمام آسمانی کتابوں میں صرف حضرت ختمی مرتبتؐ کی کتاب یعنی قرآن "جمع" ہے، اور تمام ماسلف انبیاء کی کتابیں فرقان ہیں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی ہیں۔ قرآن کریم جامع اور جمع ہے اور دوسرے انبیاء کی کتابیں اور ان کی تفصیلات فرقان ہیں وہ نہ قرآن ہیں اور نہ جامع و جمع ہیں۔ جامع اسے کہتے ہیں جو تمام چیزوں کو اپنے اندر سمو لے جیساکہ خود حضرت رسول خداؐ کی ذات گرامی بھی ایسی ہی ہے۔ وہ اپنی نبوت میں خاتم ہیں اور ان کی کتاب بھی خاتم ہے، قرآن ہے، جامع ہے۔ اس میں اب کوئی ایسا خلا باقی نہیں ہے جسے کسی چیز سے پر کیا جائے بلکہ یہ قرآن جمع ہے اور دیگر کتابیں اس کی صورت اور اس کی تفصیل و فرقان ہیں۔

وجودِ رب پر سب سے آسان دلیل:

بنی نوعِ بشر میں حضرت ختمی مرتبت کی ذات گرامی سب سے اکمل ہے لہٰذا یہ خود اپنے رب کی سب سے بہترین دلیل ہے۔ سب سے بہترین دلیل کیوں؟ کیونکہ تمام موجودات نشانیاں ہیں اور ہر وجود اپنی وسعت کے اعتبار سے اپنی اصل کو بتاتا ہے، جب ہر وجود اپنی اصل کو بیان کرنے کا ذریعہ ہے تو وہ موجود جو تمام موجودات سے برتر ہے اور اسمِ اعظم الٰہی ہے، وہ پروردگار کی بہترین دلیل ہوگا، جیساکہ آپؐ نے خود فرمایا: "أعطیتُ جَوامع الکَلِم" یہ ختمیت کے راز کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ جوامعِ کلم کے حامل ہیں اور جو جوامعِ کلم کا حامل ہوتا ہے وہ مقامِ ختمی رکھتا ہے۔ جو کچھ حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت نوح اور دیگر انبیاء کے پاس تھا ان میں سے ہر ایک کلمہ، اسمِ اعظم کا اسم کلی تھا جو دوسرے کلمات کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ حضرت فرماتے ہیں "اعطیت جوامع الکلم" یعنی تمام اشیاء کی حقیقتوں کا علم مجھے دیا گیا ہے اور قرآن کا ارشاد ہوتا ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الاسماءَ کُلَّھا[۱]۔یہ تمام باتیں ختمیت کے راز کو

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۱

بیان کر رہی ہیں کیونکہ کوئی شخص "اعطیت جوامع الکلم" نہیں کہہ سکتا سوائے حضرت ختمی مرتبت کے لہٰذا آپؐ بہترین دلیل ہیں۔

چونکہ اپنے مدلول پر دلیل کی دلالت ذاتی ہوتی ہے اور اسے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے لہٰذا رسول خداؐ کی اپنے رب پر دلالت ذاتی ہے اور یہ دلالت کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہے، جب کہ دوسرے موجودات کے لئے ایسا نہیں ہے اور ان سے کوئی چیز اس وقت تک صادر نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ آنحضرتؐ کے وجود سے فیض نہ حاصل کریں۔

دلیل جتنی زیادہ اپنے مدلول سے نزدیک ہوگی اتنی ہی اس کی دلالت بھی واضح اور روشن ہوگی اور دلیل جتنی زیادہ اپنے مدلول سے دور ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کے لئے مقدمات کی ضرورت ہوگی اور اس میں ابہام پایا جائے گا اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ کلماتِ وجودیہ سبھی رب پر دلالت کرتے ہیں لیکن کوئی بھی کلمہ خاتم الانبیاء جتنا رب سے نزدیک نہیں ہے لہٰذا آنحضرت کا مقدس وجود، باری تعالیٰ پر سب سے آسان دلیل ہے۔

رسولِ خاتمؐ کا وجود کامل اور عبودیتِ تامہ کی ضرورت:

رسولِ خاتم کا وجود مکمل بندگی کا حامل ہے اور اپنے اعتلائی وجود میں "اول ما خلق" ہے اور سبھی موجوداتِ خارجی کے تمام نوری کلمات اسی نور سے نکلے ہیں لہٰذا خداوند عالم نے رسول اللہؐ کو فاعلیت کا رتبہ دیا ہے جو تمام اہلِ عالم کے فیض کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام ارواح اور ان کے مظاہر وجود میں آئے ہیں۔ آنحضرتؐ کی فاعلیت کا رتبہ اور اس کی تاثیر کا مقام وہی الٰہی خلافت ہے۔ آنحضرت "خلیفۃ اللہ" اور خدا کے حکم سے مقامِ "کن" کے حامل ہیں لہٰذا کائنات میں تصرف کا حق رکھتے ہیں اور جیسے ہی چاہتے ہیں وہ فعل محقق ہو جاتا ہے۔ صاحب فتوحات آنحضرتؐ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اب الاکوان بفاعلية و ام الامکان بقابلية" ۔یہی فاعلیت کا رتبہ ہے اور یہ جاننا چاہیے کہ فاعلیت کا رتبہ عبودیت کے لحاظ سے متاخر ہے کیونکہ عبودیت میں قابلیت اور انفعال کا پہلو پایا جاتا ہے۔

حقیقتِ محمدی یا شب قدر:

حقیقت و فطرتِ محمدی، قرآن کے نزول کا ظرف ہے "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر"۔[۱] وہ ظرف لیلۃ القدر ہے لیکن قرآن اس لیلۃ القدر کے زیر سایہ نازل نہیں ہوا بلکہ وہ اس جگہ نازل ہوا جہاں وہ مستقر ہے یعنی "منزل فیہ" ایک ایسا ظرف ہے جس نے قرآن کو اپنے دامن میں لے لیا ہے تو اب "منزل فیہ" کا واقعی مصداق کون ہے؟ مفسرین قرآن کہتے ہیں کہ "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ھی البنیۃ المحمدیۃ" یا یہ کہتے ہیں کہ نزول کا ظرف محمدؐ کا سینہ ہے جس نے قرآن کو اپنے دامن میں لے لیا ہے۔

انسانِ کاملِ خاتم کا دل عرش الرحمان ہے اور سب سے وسیع دل ہے۔ اس بارے میں آیت اللہ حسن زادہ آملی دامت برکاتہ فرماتے ہیں:

> لیلۃ القدر ھی بنیۃ الانسان الکامل ای القلب الذی ھو عرش الرحمن و ھو اوسع القلوب قولہ سبحانہ "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ عَلٰى قَلْبِكَ"[۲] و قولہ تعالی شانہ "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ"[۳] و ھو الصدر المشروح، قولہ عز من قائل "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ"[۴] فلیلۃ القدر ھی صدر الخاتم ای البنیۃ المحمدیۃ والقدر ھو عظم منزلتہ و خطرہ و شرفہ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و ھذا الصدر ینبغی ان یکون منزلا فیہ و منزلا الیہ و قابلا و حاملا قول جل و علی "اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا"[۵] و جملۃ الامر ان القرآن الکریم انزل دفعۃ فی لیلۃ القدر المبارکۃ الزمانیۃ فی لیلۃ القدر المبارکۃ الختمیۃ التی ھی صدر سیدنا محمد رسول اللہ اقرا و ارقہ۔

۱۔ سورہ قدر، آیت ۱
۲۔ سورہ شعراء، آیت ۱۹۳، ۱۹۴
۳۔ سورہ دخان، آیت ۳
۴۔ سورہ الشرح، آیت ۱
۵۔ سورہ مزمل، آیت ۵

ترجمہ: لیلۃ القدر ہی انسانِ کامل کی بنیاد اور حقیقت ہے یعنی ایسا دل جو عرش الرحمٰن اور سب سے وسیع دل ہے ۔ خداوند عالم فرماتا ہے : "روح الامین (جبرئیل) نے قرآن کو تمہارے قلب پر نازل کیا ہے"۔ اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: "ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے" ۔ وہ وہی (صدر مشروح) کشادہ سینہ ہے جس کے بارے میں خداوند متعال کا ارشاد ہے: "کیا ہم نے تمہارے سینہ کو کشادہ نہیں کیا" ، لہٰذا لیلۃ القدر حضرت خاتم کا سینہ ہے اور ایسا ہی سینہ ، منزل فیہ اور منزل الیہ اور قابل وحامل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ خداوند متعال کا ارشاد ہے " ہم عنقریب تم پر ایک بھاری حکم نازل کریں گے"۔ قرآن کریم کے اس خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر جیسی مبارک رات میں یہ قرآن پورا ہمارے سید و سردار یعنی محمد رسول اللہؐ پر نازل ہوا ہے۔[1]

مقاماتِ حقیقی کی معرفت اور انسانی شرح صدر کو مد نظر رکھتے ہوئے روایات سے جو نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر سے مراد حضرت خاتم ہیں جو "منزل فیہ" اور "منزل الیہ" کے مصداق ہیں جو حقیقت میں ایک ہی ہیں اور "منزل فیہ" سے مراد آنحضرت کا کشادہ سینہ ہے، اگرچہ اس کا ظرفِ زمان، عنصری خلقت کے اعتبار سے انہی متعارف راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے اس لئے کہ جامع حقیقت کائنات جو لیلۃ القدر اور یوم اللہ ہے اس مادی خلقت کے اعتبار سے منزل "متی" میں ہے اور اس کا عنصری وجود ظرفِ زمان ہے لہٰذا "منزل فیہ "حقیقت میں آپؐ کا صدر مبارک ہے اور مقام قلب، اشیاء کے شہود کا تفصیلی مقام ہے جس کا مقام روح کے بعد کا ہے اور مقام روح خود مقام جامع ہے۔

انسان کی حقیقت

آنحضرت "الانسان" کی حقیقت ہیں یعنی ایک ایسا مکمل فرد جو انسانی حقیقت کا جامع اور قطب الاقطاب ہے۔ آپ تمام انبیاء، تمام اولیاء اور تمام الٰہی سفیروں کے محور ہیں۔ سبھی انہیں کے وجود ختمی کی روشنی اور ضیاء سے استفادہ کرتے ہیں۔ خاتم الانبیاء اس نظامِ ہستی میں اسم "اللہ" کا مظہر ہیں۔ ان کے ختمی ہونے کا مطلب ختم زمانی نہیں ہے، وہ امام الکل فی الکل ہیں اور چونکہ آپؐ مرکز اور حجت اللہ ہیں

۱۔ شرح فص حکمت عصمتیہ، ص ۲۷۵

اس لئے دوسرے لوگ ان کے گرد ہوتے ہیں اور سبھی اسی حقیقت کی طرف راجع ہیں۔ اس عالم میں تکوین کے لحاظ سے ایک ہی محور و مرکز، ایک ہی نقطہ، ایک ہی مقام اور ایک ہی شخص کا وجود پایا جاتا ہے، دو قطب ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے لہٰذا اس عالم امکان میں صرف ایک ہی مرکز و مقام ہے اور یہ مقام ناقابل تقسیم ہے، یہ نزول کے لحاظ سے کلمہ علیا اور اسم اعظم اور عروج کے لحاظ سے لیلۃ القدر اور اسی طرح یوم اللہ اور یوم ظہور ہے۔

"اوادنیٰ" کی منزل

حضرت خاتم الانبیاء کی سیر، انسانی سیر کی انتہا ہے جس کے آگے تصور ناممکن ہے۔ یہ صمدی سیر ہے جہاں کسی طرح کی کوئی خالی جگہ کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ جس طرح آنحضرتؐ کی نبوت صمدی ہے اسی طرح آپ کا قرآن بھی صمد ہے جس میں دوسری کتاب کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگرچہ "قاب قوسین" کا مقام بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، "وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ"[۱]، لیکن "أَوْ أَدْنَىٰ" کی منزل بھی خاتم الانبیاءؐ سے مختص ہے جس کے بارے میں کچھ کہنا بہت دشوار ہے اور اس کا سمجھنا بھی انسان کے لئے آسان نہیں ہے۔

انسان معلول ہے اور معلول، واقعی علت تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ انسان مبدا عالم کے سلسلہ میں علم شہودی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ انسان بحر وجود کا ایک حصہ اور اس سے وابستہ ہے اور اپنے وجود کی وسعت کے لحاظ سے اس ہستی کے دریائے بیکراں سے مطلع ہوسکتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام چیزیں، اس کائنات کا ایک حصہ ہیں اور اپنے وجود کی وسعت کے اعتبار سے ایک باریک نہر کی طرح ہیں۔ دوسری نہریں ممکن ہیں اس سے بڑی ہوں۔ اسی طرح آگے بڑھتے رہیں تو اس وجود تک پہنچیں گے جو اس کائنات کا بحر بیکراں ہے اور سبھی یہ چاہتے ہیں کہ اپنے کو اس تک پہنچالیں "وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ"۔[۲] یہ حضرت ختمی مرتبتؐ سے خطاب ہے اور سبھی ان سے ملحق ہونا چاہتے ہیں۔ پہلے نبی سے لے کر آخری نبی اور ولی تک جتنے بھی ہیں سب کے سب اسی دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ سورہ نجم، آیت ۷-۹

۲۔ سورہ نجم، آیت ۴۲

امیرالمومنینؑ کی نظر میں خاتم الانبیاءؐ کی بے مثال شخصیت:

حضرت امیرالمومنینؑ نے نبی اکرمؐ کو سپرد خاک کرنے کے بعد فرمایا:

اللھم ھذا اول العدد و صاحب الابد، نورک الذی قھرت بہ غواسق الظلم و بواسق العدم و جعلتہ بک و منک و الیک، و علیک دالا دلیلا روحہ نسخۃ الاحدیۃ فی اللاھوت .... و قلبہ خزانۃ الحی الذی لایموت، طاوس الکبریاء و حمام الجبروت۔ ترجمہ: پالنے والے! یہ پہلا وجود ہے..... یہ تیرا نور ہے جس کے ذریعہ تو نے تاریکی و ظلمت کو ختم کیا۔ اس وجود کو تو نے خلق کیا، یہ تجھ سے ہے، تیرے ساتھ ہے اور تیری طرف پلٹ کر جائے گا۔ اس کی دلیل سب سے محکم دلیل ہے۔ اس کی روح مظہر احدیت ہے... اس کا دل اسرار کا خزانہ ہے۔ وہ طاووس کبریا اور کبوتر ملکوت ہے۔[1]

اسی سے مشابہ جملہ ہم زیارت جامعہ کبیرہ میں پڑھتے ہیں: "بِکُم فَتَحَ اللہُ وَ بِکُم یَختِمُ"، یعنی خداوند سبحان نے آپ کے واسطہ سے اس کائنات کو بنایا اور افتتاح کیا اور آپ ہی پر کتاب خلقت کو ختم کیا۔ یہ بات آل محمدؐ کے اسرار پر دلالت کرتی ہے کہ ہر چیز انہی اسرار کے ذریعہ شروع ہوتی ہے اور ہر چیز کا خاتمہ بھی انہی اسرار پر ہوگا۔

"اول العدد" سے مراد وجود اول بھی ہو سکتا ہے کیونکہ تجلی اعظم اس نظام ہستی کا وجودِ اول ہے یعنی پہلی ایسی تکثیر جو حق تعالی کی تجلی کے سبب اس کائنات میں واقع ہوئی ہے۔ مقامِ واحدیت میں تکثر اور تمایز اعیانِ ثابتہ ہے کہ جس سے اسماء کی کثرت مراد لی گئی ہے۔ وہ خلیفہ حق جو اسم اعظم اور حقیقتِ محمدیہ ہوگا وہ اسماء اور صفات کی کثرت کا حامل ہوگا۔ یہ کثرت تمام کثرات کا مبدا اور تمام افعال کا منشا اور تمام خیرات و برکات کی کلید ہے اور تمام خلقی تعینات کا مبدا ایہی وجودی مرتبہ ہے۔

آپ نے جو فرمایا کہ نورک الذی قھرت بہ غواسق الظلم و بواسق العدم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری یہ تجلی اور تمہارا یہ نور ایک ایسی حقیقت ہے جو ظلم کی تاریکیوں پر غلبہ پالیتی ہے اور چونکہ تعینِ اول،

۱۔ ہزار و یک نکتہ، ص ۲۴۴

عقلِ اول، صادرِ اول اور خلقِ اول ہے لہٰذا اس کے وجود کے واسطہ سے خارج میں عدم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے قرآن نے آپ کو سراج منیر کے نام سے یاد کیا ہے:

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا ﴿۴۵﴾ وَدَاعِیًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِیرًا۔ ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔[۱]

پھر آپ نے فرمایا: "و علیک دالا دلیلا"۔ نظامِ ہستی کے تمام وجودی کلمات الٰہی نشانیاں ہیں۔ ہر وجود اپنی وسعت کے اعتبار سے اپنی اصل کی شناخت کا ذریعہ ہے لیکن وہ اسمِ اعظم جو تمام کلمات کا مجموعہ ہے وہ وجودِ حق تعالیٰ پر بہترین دلیل قرار پائے گا۔ وہ ایسی حقیقت ہے کہ عالمِ امر اور عالمِ خلق میں اس کی مثال نہیں ہے۔

پھر آپ نے یہ فرمایا کہ "و قلبه خزانة الحي الذی لایموت"۔ وجودِ ختمی کے پاس خدا کے اذن سے مفاتیح غیب ہوتا ہے اور اس کا عرشی دل اسرار و رموز الٰہی کا خزانہ اور روح القدس کا مؤید ہوتا ہے اور ملک سے لے کر ملکوت تک تمام مراتب اسی انسانِ کامل کے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ بنی نوع انسانی کے قافلہ کا امام ہوتا ہے، جس کے سفر کی غایت و انتہا صراطِ مستقیم یعنی صراط الی اللہ ہے تاکہ دوسرے افراد اس سے تقرب حاصل کرکے اپنے انسانی کمال کو پا سکیں۔ کامل مخلوق کی حقیقت کی وجہ سے الٰہی اسرار، مظہر میں ظاہر ہوتے ہیں اور کائنات کے تمام ذرات اور تمام اسرار اسی حقیقت کے سبب سے قائم ہیں۔

کمالِ عصمت

اگرچہ تمام موجودات الٰہی کتاب ہیں لیکن انسانِ کامل اور ختمی مرتبتؐ کا وجود ایک ایسی کتاب ہے جو تمام کتابوں کا مجموعہ ہے۔ سب سے شریف، منظّم، بزرگ اور لطیف ترین آئینہ جو حقیقت نما ہے اور عصمت

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۴۶-۴۵

کے درجہ پر فائز ہے، وہ خاتم الانبیاء کا کمالِ طہارت اور کمالِ عصمت ہے۔ یہ خاتم، نظامِ ہستی میں کمالِ انسانیت، کمالِ عصمت، کمالِ طہارت، کمالِ نبوت اور کمالِ ولایت کا حامل ہے۔

اس لئے اس کا عرشی دل حقائقِ الٰہی کا مشرق ہے اور یہ دل ایسا مشرق ہے جس سے حقائق طلوع ہوتے ہیں لہٰذا وہ اسماء کے حقائق کو روشن کرنے والا ہے یعنی وہ القدر کے اسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے اور سر القدر ایسے احکام ہیں جو اعیانِ ثابت پر مترتب ہیں۔ انسانِ کامل اسماء کے حقائق کو روشن کرتا ہے اور اس کے ہر طرح کے اسرار سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اس سے متعلق احکام کو بیان کرتا ہے، چاہے وہ تشریعی احکام ہوں یا تکلیفی اور تکوینی احکامات۔

وحدتِ وجودی اور کثرتِ شہودی کا مرتبہ

انسانِ کامل، مقامِ جمع و فرق دونوں میں ذاتِ الٰہی کا مظہر اور حق تعالیٰ کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ وحدتِ وجود اور کثرتِ شہود کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ اس لئے ختمی مرتبت خلیفۃ اللہ، انسانِ کامل اور احدیت جمع اور شہودی حقیقتِ کلی کا مظہر ہے اور تمام فیوضات اور تجلیات پہلے اسی انسانِ کامل تک پہنچتی ہیں پھر وہاں سے اپنے تمام شعبہ جات تک پہنچتی ہیں لہٰذا یہ انسانِ کامل اور الٰہی خلیفہ، روح اور عالمِ امکان کے دل کے مانند ہوتا ہے اور تمام موجودات اس کے جسم اور رعایا جیسی ہوتی ہیں اور رعایا کے اوپر اس کی اس حقیقت کی رعایت کرنا اپنے درجات کے مطابق لازم ہے اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق ہر ایک کے اوپر اس کی اطاعت کرنا بھی ضروری ہے۔

حق تعالیٰ کے تکوینی اسماء اور موجودات کی پرورش

کائنات کی ہر موجود کی عالم اسماء کے کسی ایک اسم کے ماتحت تربیت و پرورش ہوتی ہے اگرچہ ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس اسم کے تحت زیرِ تربیت ہیں اور کس طرح ترقی کر رہے ہیں، چونکہ رسول خداؐ کا وجود اسم "اللہ" کا مکمل مظہر ہے اور اسم "اللہ" تمام اسمائے الٰہی اور صفات کمالی کا مجموعہ ہے لہٰذا وہ اسم جو خاتم الانبیاء کا مربی ہے وہ یہی اسم "اللہ" ہے، یعنی اس کا رب "اللہ" ہے اور اسم "اللہ" تمام اسمائے الٰہی کا کعبہ و قبلہ ہے اور تمام اسماء اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص اسم "اللہ" کا مظہر ہوگا وہ بھی سبھی کا قبلہ و کعبہ ہوگا۔ اللہ کے مظہر کو بھی من جملہ مظاہر کا مکمل آئینہ ہونا چاہیے کیونکہ آنحضرت اللہ کی

طرف دعوت دینے والے ہیں اور ہر نبی و رسول، اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس لئے ہر پیغمبر ایک خاص اسم کا مظہر ہوتا ہے جو اسم "اللہ" کے پرچم تلے اپنا کام انجام دیتا ہے اور اس طرح تمام انبیاء خاتم الانبیاء کے پرچم تلے قرار پاتے ہیں لہٰذا آپ نے فرمایا: "آدم و من دونہ تحت لوائی"۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کی روحانیت کا سرچشمہ

اس بحث میں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ تمام اولو العزم انبیاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام عقلی مراحل اور عوالم سے عبور کرنے کے بعد حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی سیر کریں اور اسماء کی سیر، ذات میں فنا ہونے اور محو کے بعد صحو سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ البتہ حضرت ختمی مرتبتؐ تمام اسماء و صفات کی سیر کرتے ہیں اور دوسرے انبیاء صرف بعض اسماء کی سیر کرتے ہیں، لہٰذا حقیقی اعتدال حضرت ختمی مرتبتؐ کی خصوصیات میں سے ہے اور دیگر انبیاء ان کی تجلیات اور حسنات سے ہیں۔

آنحضرت اس مقام تک پہنچ گئے کہ خبر دیتے ہیں: "لی مع اللہ وقت لا یسعُنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل"۔ اس مرتبہ کے بعد کوئی صعودی منزل باقی نہیں رہ جاتی سوائے مقام احدیت کے۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کا وجود، فیض کا ذریعہ

تمام فیوضات کا مبداء و ماویٰ رب العالمین کی ذات ہے۔ وہی جود و کرم کا دروازہ اور نور کا مرکز ہے اور رسول خداؐ یقیناً ان فیوضات کا ذریعہ ہیں، انہیں کے نور کے ذریعہ کائنات کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں ذکر ہوا ہے کہ "لولاک لما خلقت الافلاک"[۱]۔

آلہ اور واسطہ میں فرق:

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ واسطہ اور آلہ کے درمیان تباین کی نسبت پائی جاتی ہے۔ وجود کے طولی سلسلہ میں جب بھی واسطہ کی گفتگو ہوگی تو یہ واسطہ اپنے سے بالاتر مراتب کے لئے معلول اور اپنے سے نچلے مراتب کے لئے علت ہوگا۔

۱۔ بحار الانوار (ج ۲۸)، ص ۲۵

نظامِ کائنات کا سلسلہ حق تعالیٰ کے علمِ عنائی پر استوار ہے لہٰذا ہر بلند مرحلہ اپنے سے پست مرحلہ کے لئے واسطہ ہے۔ واسطہ اسے کہتے ہیں جو اذنِ خدا سے ہر دل میں پوشیدہ رہنے کے علاوہ خود اس میں بھی کچھ تاثیر ہوتی ہے۔ وہ بلند مرحلہ اپنے سے پست مرحلہ کے لئے علت ہے اور اس فیض کا واسطہ بھی ہے جو اعلیٰ سے صادر ہوتا ہے اور یہ عمل آلہ کے برخلاف ہے۔ جو کچھ فاعل کے اندر ہے وہ آلہ میں نہیں ہوتا، آلہ صرف ایک آلہ ہی ہے لیکن واسطہ میں جو کچھ بلند مرحلہ میں ہوتا ہے وہ اپنے وجودی وسعت کے لحاظ سے واسطہ میں پایا جاتا ہے۔ واسطہ جو کچھ بھی عالی (بلند) مرتبہ سے لیتا ہے اسے اپنے سے نیچے والوں تک پہنچاتا ہے، لہٰذا واسطہ وہ شخص ہوگا جو نظامِ عالم میں علیت اور فاعلیت دونوں کو انجام دے اور جو حضرت امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں فرمایا کہ "فَاِنَّا صَنائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعدُ صَنائِعُ لَنَا"[۱]۔ اس حقیقت اور واقعیت کو بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ فیض پہنچانے کا واسطہ ہیں۔

فیوضات میں واسطہ کی ضرورت

اس کائنات میں فیض کے لئے ختمی مرتبتؐ کا واسطہ ہونا اس لحاظ سے ہے کہ حقیقت ہستی سے بلاواسطہ فیوضات کا جاری ہونا ناممکن ہے۔ عالمِ امکان ایک بند و تاریک فضا کی طرح ہے۔ آفتاب حقیقت کی شعائیں ایسی فضا میں بلاواسطہ چمک نہیں سکتیں، حضرت ختمی مرتبتؐ کا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے جو باہر سے ایسی تاریک اور بستہ فضا میں اشراقِ نور کا واسطہ ہے یعنی یہ واسطہ آفتاب کے نور کو اس فضا میں منعکس کرتا ہے اور اسے نورِ آفتاب کے ذریعہ روشن کرتا ہے۔ یہ ایک خدانما آئینہ ہے جو آفتاب حقیقت سے نور کو لے کر اس تاریک فضا کو منور کرتا ہے۔ جب اس فضا کو نور میسر ہوتا ہے تو اس وقت اس وجود کے واسطہ اور نور سے خطاب ہوتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلاً۔ ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا ہے اور وہ چاہتا تو ایک ہی جگہ ساکن بنا دیتا پھر ہم نے آفتاب کو اس کی دلیل بنادیا ہے۔[۲]

۱۔ نہج البلاغہ، خط ۲۸

۲۔ سورہ فرقان، آیت ۴۵

اُس فضا کے وجود کا نور اِس آئینہ سے ہے اور اس آئینہ کا نور آفتاب سے ہے۔ اس سربستہ اور تاریک فضا سے کہا گیا ہے: جو فیض اور نعمتیں تمہارے پاس ہیں اگرچہ وہ اسی آئینہ کے وجود کی برکت سے ہیں لیکن یہ جان لو کہ اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [۱] ہے اور اس آئینہ سے بھی کہا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ [۲]

لہٰذا حضرت ختمی مرتبتؐ کا مبارک وجود فیض کا واسطہ ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو یہ کائنات معدوم اور تاریک ہو جائے گی۔ "لولاک لما خلقت الافلاک"۔ یہ انسانِ کامل اور یہ الٰہی خلیفہ ربوبی صفات کا حامل ہے اور وجودی ارتقاء میں اس بلندی تک پہنچ چکا ہے کہ ربوبی صفات اس کے اندر تجلّی کر رہی ہیں اور اسی طرح تمام اسماء بھی اس کے اندر جمع ہیں۔ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ [۳]۔ ایسا انسان نظامِ ہستی میں ربوبی صفات کا حامل اور خدا نما آئینہ ہے۔ ایسے کامل انسان کے لئے کوئی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی ہے۔

خلیفۃ اللہ اور قطب الاقطاب

خداوند متعال مختلف اسماء کا مالک ہے اور ہر اسم کا اپنا ایک خاص مظہر ہے۔ یہ جزئی اسماء اسمِ اعظم کے ماتحت ہیں اور جو ارتباط اسماء کے درمیان ہے وہی اسماء کے مظاہر کے درمیان بھی ہے۔ جس طرح جزئی اسماء اسمِ اعظم کے ماتحت ہوتے ہیں اسی طرح جزئی اسماء کے مظاہر بھی اسمِ اعظم کے مظہر کے ماتحت ہوتے ہیں اور چونکہ "اللہ" اسمِ اعظم ہے تو اس کا مظہر بھی تمام جزئی اسماء کے مظاہر کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور جس طرح اسمِ اعظم تمام اسماء کا مجموعہ ہے اسی طرح اسمِ اعظم کے مظہر کو بھی تمام اسماء کے مظاہر کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اسمِ اعظم کے دو مظہر ہوں لہٰذا اسمِ اعظم کا مظہر قطب ہوگا یعنی یہ منزلت صرف ایک فرد کے لئے مختص ہے اور وہ کامل انسان اور کائنات کا محور رسول خداؐ کا وجود مبارک ہے اور اسی حقیقت کو "حقیقتِ محمدی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۱۔ سورہ نور، آیت ۳۵
۲۔ سورہ انفال، آیت ۱۷
۳۔ سورہ قلم، آیت ۴

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تمام کائنات خداوند متعال کے جزئی اسماء کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کا بھی مظہر ہے اور یہ حقیقت چونکہ اسم اعظم کا مظہر ہے لہٰذا کوئی دوسری چیز خارج میں ایسی نہیں ہے جو اس مظہر کے ماتحت قرار نہ پائے۔ اس لئے تمام جزئی مراکز بھی اسی کے ماتحت قرار پائیں گے لہٰذا یہ حقیقت قطب الاقطاب ہو جائے گی۔

فاتحۃ الکتاب اور سورہ بقرہ کے آخری حصہ کو خاتم انبیاءؐ سے مختص کرنے کا راز

کامل انسان اور حقیقتِ محمدی جو کہ اسم اعظم کا مظہر ہے، ان کے لئے ضروری ہے کہ پوری کائنات کا نمونہ بھی ان کے پاس ہو اور چونکہ وہ اسمِ اعظم کا مظہر ہیں، اس لئے انہیں رب اور دوسرے اسماء کا مظہر ہونا چاہئے یعنی خارجی دنیا میں جو بھی فیض جزئی موجودات کو پہنچ رہے ہیں وہ سب اسی کامل انسان کی برکت سے ہیں اور یہ کامل انسان عبد بھی ہے اور مربوب بھی ہے اور جسے رب بھی ہونا چاہیے یعنی مدبر اور مربی بھی ہونا چاہیے اور چونکہ اس کی ربوبیت کا دائرہ بہت وسیع ہے اسی لئے آپ فرماتے ہیں: خصصت بفاتحة الكتاب و خواتيم سورة البقرة۔ اس حدیث میں دو بنیادی باتوں کو بیان کیا گیا ہے:

۱۔ خداوند متعال نے فاتحۃ الکتاب کو مجھے عطا کیا ہے اور دوسرے انبیاء کو نہیں دیا۔

۲۔ خداوند متعال نے سورہ بقرہ کے اختتام کو صرف مجھے سکھایا ہے اور کسی کو نہیں سکھایا۔

رسول خداؐ کو فاتحۃ الکتاب سے مختص کرنے کا راز یہ ہے کہ آپ تمام اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے مظہر ہیں اور چونکہ اسم "اللہ" وجود کے ظاہر و باطن کا مبدا ہے اور کامل انسان اسی اسم کے توسط سے تمام اسماء اور اس کے مظاہر میں متجلی ہے لہٰذا فاتحۃ الکتاب کے شروع میں فرمایا: "الحمد للہ رب العالمین"۔ ارواح واجسام پر مشتمل تمام کائنات کا مربی اور پالنے والا یہی الٰہی کلی حقیقت ہے۔

بشریت اور ربوبیت انسان کامل کے دو پہلو

یہ کہا جا چکا ہے کہ تمام کائنات اللہ کی ربوبیت کے ماتحت ہے اور وہ تمام عالمین کا رب ہے۔ اگر کوئی ذات عبد "اللہ" اور مظہر "اللہ" ہوگی تو وہ بھی اس اعتبار سے رب عالمین ہوگی، چاہے وہ عالم ملکوت ہو یا عالم جبروت۔ اگرچہ اسے بشریت کے زمرے میں قرار دیا جاتا ہے اور اس لحاظ سے وہ عبد اور مربوب ہے۔

لہٰذا ایک کامل انسان کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک بشریت کا پہلو اور دوسرا ربوبیت کا پہلو۔ خداوند متعال نے دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بشریت کے پہلو کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

> قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارا ہی جیسا ایک بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔[1]

اور اسی طرح چونکہ بشریت کا لازمہ عبودیت ہے لہٰذا اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے:

> وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ ترجمہ: اور یہ کہ جب بندہ خدا عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے گر پڑتے۔[2]

رسول خداؐ کی عبودیت ایک خاص عبودیت ہے کیونکہ آنحضرت اللہ کے عبد ہیں نہ کہ کسی دوسرے اسماء کے، لہٰذا انہیں ربوبیت کے مقام میں ہونا چاہیے۔ وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے ربوبیت اور اپنی بشریت کے لحاظ سے عبودیت کے حامل ہیں۔ ربوبیت کے لحاظ سے آپ میں اتنی قدرت ہونی چاہیے کہ پوری دنیا پر تسلط رکھ سکیں اور تمام جہان کو فیض پہنچاتے رہیں۔ لہٰذا انسان کامل اور ختمی مرتبتؐ میں یہ دونوں صفتیں موجود ہونی چاہیے اور چونکہ ان دونوں صفتوں کا جمع ہونا اصالت کے اعتبار سے مستحیل ہے لہٰذا ان کی بشریت اور ان کی عبودیت بالاصالہ ہے اور لازمی طور پر ان کی ربوبیت نیابت اور بالتبع ہوگی۔

انسانِ کامل کی خلافت

اب یہاں پر خلافت کا مسئلہ سامنے آتا ہے کیونکہ انسانِ کامل "اللہ" کا مظہر اور خلیفہ ہے اور اس کا کام انجام دیتا ہے۔ اسم "اللہ" کلی اسم ہے اور تمام جزئی اسماء سے بالاتر ہے اور جو اللہ کا مظہر ہوگا اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر موجود کو اس کی استعداد کے مطابق فیض پہنچائے، لہٰذا اسے تمام الٰہی اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔ قرآن نے بھی ایسی خلافت و ربوبیت بالتبع کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ سورہ کہف، آیت ۱۱۰
۲۔ سورہ جن، آیت ۱۹

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ ترجمہ: پس تم لوگوں نے ان کفار کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے قتل کیا ہے۔

یہ آیت خلافت کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں خدا نے ان کے کام کو اپنے سے نسبت دی ہے۔ اسی لئے انسان کامل خداوند متعال کے اذن سے پوری دنیا میں اس خلافت کا مستحق ہے۔ پوری دنیا فرشتوں کی تدبیر کے ماتحت ہے۔ فرشتے امور کا انتظام کرنے والے ہیں۔ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا۔[1] اور انہیں تمام امور کی آگاہی ہونی چاہئے تا کہ وہ امور کو منتظم کرسکیں اور وہ یہ آگاہی اپنے معلم یعنی انسان کامل سے اخذ کرتے ہیں اور اپنے معلم کے سامنے خضوع و سجود کے ساتھ پیش آتے ہیں: فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ۔[2] کیونکہ فرشتوں کے اندر اتنی لیاقت نہیں ہے کہ وہ ان اسماء کو بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالی سے اخذ کرسکیں۔

خداوند عالم نے ملائکہ سے فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ ترجمہ: اور خدا نے آدم کو تمام اسما کی تعلیم دی اور پھر ان سب کو ملائکہ کے سامنے پیش کرکے فرمایا کہ ذرا تم ان سب کے نام تو بتاؤ اگر تم اپنے خیالِ استحقاق میں سچے ہو۔[3]

فرشتوں نے جواب میں کہا:

قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ ترجمہ: ملائکہ نے عرض کی کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے بتایا ہے۔[4]

اس وقت خداوند متعال نے انسان کامل سے کہا:

۱۔ پھر امور کا انتظام کرنے والے ہیں۔ (سورہ نازعات، آیت ۵)

۲۔ تو تمام ملائکہ نے سجدہ کرلیا۔ (سورہ ص، آیت ۷۳)

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۱

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۲

قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۔ترجمہ: ارشاد ہوا کہ آدم اب تم انہیں باخبر کر دو۔[1]

یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ انباء ہے وہ بھی بغیر واسطہ کے نہیں ہے بلکہ واسطہ کے ساتھ ہے، اس لئے تمام فرشتے اس کامل انسان کے سامنے خاضع ہیں اور یہ خضوع تکوینی ہے۔ فرشتے امورِ کائنات کے مدبر ہیں اور ان کی تمام قدرت، قادرِ محض سے ہے اور درحقیقت انسانِ کامل جہان کو چلا رہا ہے اور چونکہ یہ انسانِ کامل فیض رسانی کا ذریعہ ہے اور ضروری ہے کہ اسی کے واسطہ ہر حقدار کا حق اس تک پہنچتا رہے لہٰذا یہ امر الٰہی نظام میں واجب ہوگا۔ الٰہی نظام میں یہ واجب ہے کہ ایک ایسا رابط ہو جس کی وجہ سے حقدار کا حق اس تک پہنچتا رہے پس انسانِ کامل ضرورت کے طور پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

سالک کی نظر میں انبیاء کی وحدت

چونکہ انسانِ کامل کا صدور اور ظہور یکبارگی میسر نہیں ہے لہٰذا انسانِ کامل کے نمونہ بتدریج ظہور پذیر ہوتے رہے۔ یہ افراد جنہیں ہم انبیاء اور اولیاء کے نام سے جانتے ہیں، اسی انسانِ کامل کے نمونے ہیں۔ اگر انسان ان لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا تصور کرے گا تو یہ مسئلہ سامنے آئے گا کہ کون اول ہے اور کون بعد میں ہے لیکن اگر ان کو وحدت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ارشاد ہوتا ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۔ترجمہ: ہم رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔[2]

یہ وہی کثرت پر وحدت کا غلبہ ہونے کا پہلو ہے۔ جیساکہ رسول خداؐ نے فرمایا: خصصت بفاتحة الکتاب و خواتیم سورة البقرة۔ دوسرے لوگ انبیاء کو متکثر تصور کرتے ہیں البتہ اس معنی میں نہیں کہ انبیاء کی وحدت و کثرت کا سلسلہ اعتباری ہو بلکہ یہ سالک کی نگاہ پر منحصر ہے۔ جب تک سالک کثرت کی آفرینش میں غوطہ ور ہوتا ہے وہ انبیاء کو دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ سبھی تشریف لائے ہیں اور اپنے ساتھ خدا کا پیغام بھی لائے ہیں لیکن جب کثرت کے مرحلہ سے گزر جاتا ہے اور وحدت کی بلندی تک رسائی حاصل

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۳
۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۸۵

کرلیتا ہے، تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ کثرت کا کوئی مطلب نہیں ہے، صرف ایک حقیقت ہے اور سبھی ایک حقیقت ہیں۔ یہی وحدت میں کثرت کا مفہوم ہے۔

اسی لئے حضرت ختمی مرتبتؐ نے فرمایا: میں اس مقام تک پہنچا ہوں کہ مجھ سے وحدت میں کثرت کی زبان میں باتیں کی جاتی ہیں، جب کہ دوسرے لوگ یہاں تک نہیں پہنچے ہیں اور ان سے کثرت میں وحدت کی زبان میں گفتگو کی جاتی ہے۔ انہیں چند پیغمبر کہا جاتا ہے، جب کہ مجھے کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، لہٰذا مجھے سورہ بقرہ کے اختتام سے مخصوص کیا گیا ہے۔ میں ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں کہ سبھی کو یکجا دیکھتا ہوں۔

یہ مفہوم دوسری صورتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ معراج میں سبھی ان کی اقتدا کرتے ہیں، یعنی وہ ایک واحد اور ایک حقیقت اور ایک کامل فرد ہیں اور دوسرے لوگ اس کامل کا پرتو ہیں جو کمالات کے حامل ہیں۔ یہ معنی سورہ بقرہ کی آخری آیات کے مفہوم کے منافی نہیں ہے جس سے حضرت ختمی مرتبت کو مخصوص کیا گیا ہے، آنحضرتؐ مظہریت تامہ کے حامل ہیں اور فاتحۃ الکتاب اور سورہ بقرہ کے آخری حصہ کو آپ سے مختص کیا گیا ہے۔ اس موضوع کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس کے اندر پوشیدہ راز کو دریافت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اور اس کا مکمل فہم خاندان عصمت و طہارت سے مختص ہے۔ اور دوسرے لوگ اس کے بارے میں مکان بعید سے آواز دیں گے:

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ۔ ترجمہ: اور اس دن کو غور سے سنو جس دن قدرت کا منادی اسرافیل قریب ہی کی جگہ سے آواز دے گا۔[1]

خلیفۃ اللہ ہونے کے لحاظ سے حضرت ختمی مرتبتؐ مستخلف عنہ کا کام انجام دیتے ہیں یعنی خداوند عالم کے حکم سے دنیا کی ربوبیت کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور قہری طور پر ہر موجود کے ظہور میں فیض رساں ہیں۔ باطنی وجود کے اعتبار سے باطنی امکانی حقائق کے مربی ہیں اور ظاہری وجود کے اعتبار سے اشیاء میں ظہورِ حق کی تجلی ہیں لہٰذا حقیقت محمدیہ تمام مظاہر کا رب ہے۔ امکانی حقائق میں حق تعالیٰ کی تجلی عینِ ثابت محمدیؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے طریق سے ہے، لہٰذا ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے کہ "بنا عرف

۱۔ سورہ ق، آیت ۴۱

اللہ و بنا عبد اللہ" کیونکہ جو اسم اعظم کا معنی ہے بلکہ ظاہر و مظہر کے اتحاد کے لحاظ سے عین اسم اعظم ہے وہ وجود کے فیض کی تجلی اور تجلی حق کا طریق ہے اور اس کے وجود سے تمام موجودات کو مدد ملتی ہے۔ اجسام و ارواح کی تمام کائنات اس کے ظہور اور تجلیات کا مظہر ہے۔

علمی ثبوت کے اعتبار سے یہ انسانِ کامل عقلِ اول کے ظہور کا واسطہ ہے لہٰذا عقل اول اس کی تجلی ہے اور عقل اول کی تجلی جو اس کے حسنات کا ایک حسنہ ہے تمام موجودات کی امداد کو پہنچتی ہے بلکہ یہی حقیقت ہے جو کبھی عقل کی صورت میں اور کبھی نقوش اور عالم برزخ کے مراتب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

حقائق کی تخلیق کا واسطہ اور ذاتی تجلی کا مظہر

حضرت خاتمؐ کی ربوبیت اس لحاظ سے ہے کہ باطنی وجود کے اعتبار سے اعتدال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں اور ان کی حقیقت وہی اسم اعظم ہے جو تمام اسماء کا مجموعہ ہے لہٰذا ہر حقدار کو اس کا حق پہنچاتے ہیں اور ہر موجود کو اس کے عین ثابت کی اقتضاء کے مطابق اس کے شائستہ کمالات تک پہنچاتے ہیں۔ وہ بھی حقائق کی تخلیق کا ذریعہ ہیں اور شفاعتِ تامہ کی منزلت بھی رکھتے ہیں اور اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی خبر بھی دیتے ہیں اور عبادات اور اصولِ شریعہ کے ذریعہ کمال تک پہنچنے میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں لہٰذا تمام موجودات آپ ہی کے فیض سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور آپ ہی کی ذات تمام خلائق کی ابتدا اور محشور کئے جانے میں واسطہ ہے۔ یہ تمام باتیں حضرت امیر المومنین اور ان کی اولاد معصوم کے لئے بھی ثابت ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ ذاتی تجلی کا مظہر ہیں لیکن دیگر تمام انبیاء حق تعالیٰ کے اسماء کی تجلیات کے مظاہر ہیں اور چونکہ اسماء اور صفات حق کے تعین اور ظہور کا مبدا حقیقت ذات ہے لہٰذا تمام انبیاء و اوصیاء کا وجود آنحضرت کی شان اور ذاتی مراتب سے ہے اور چونکہ ان کا عینِ ثابت اسمِ اعظم کی صورت اور تمام برکات کی ابتدا و انتہا ہے اس لئے تمام خیرات و فیوضات آپ کے عرشی وجود سے سیراب ہوتے ہیں۔ عقول، نفوس، عالم برزخ اور عالم اجسام کے جتنے بھی مراتب ہیں سب اسی کے وجود سے ہیں جیساکہ گذشتہ مباحث میں ہم نے ذکر کیا ہے۔ پہلا تعین جو حقیقتِ ہستی سے جدا ہوا اور وجود میں اس تعین کے واسطہ سے تکثر پیدا ہوا، وہ آنحضرت کی خلافت تامہ کا مقام ہے اور وہ اسم اعظم ہے، یعنی اسمِ اعظم حقیقتِ محمدیہ کی باطنی صورت ہے اور یہ حقیقت نظامِ ہستی کا پہلا تعین ہے۔

باب اللہ اور کونِ جامع

کائنات مطلقہ میں ایسا موجود بھی ملے گا جو شجر وجود کا پھل اور عالم امکان کا مرکز ہے۔ در حقیقت یہ موجود ہی اصل وجود ہے جو نظام ہستی کا مرکز اور باب اللہ ہے اور تمام موجودات اس کے ارد گرد گھومتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس باب کے ذریعہ کمال حاصل کریں۔ اگرچہ ظاہری لحاظ سے اس کو آخر میں قرار دیا گیا ہے۔ اس انسان کامل یعنی حضرت ختمی مرتبتؐ کو ان کی شان، احوال واوصاف کے مطابق مختلف اسما سے یاد کیا جاتا ہے اور چونکہ اسمائے الٰہی غیر متناہی ہیں لہٰذا وہ ان تمام اسماء کے حامل ہیں اور اپنے مقامات کے مطابق ہر اسم کا اظہار کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ اس اسم کے ظہور کے لحاظ سے میں اس اسم کا مالک ہوں۔ اسی حقیقت کو "کونِ جامع" بھی کہتے ہیں۔

روایتوں میں حضرت ختمی مرتبتؐ کا مقام و مرتبہ

حقیقت محمدیہ کی باطنی صورت اسم اعظم ہے۔ ثقۃ الاسلام جناب کلینیؒ نے اصول کافی میں نقل کیا ہے کہ:

> محمد عن احمد بن محمد، عن ابن محبوب، عن محمد بن الفضیل، عن ابی الحسن علیہ السلام قال: ولایةُ علی مَکتوبةٌ فی جمیعِ صُحُفِ الانبیاءِ وَ لَن یَبعَثَ اللهُ رَسولاً اِلا بِنُبوة مُحمَّدٍ وَ وَصیة علیٍ۔ ترجمہ: علیؑ کی ولایت تمام انبیا کے صحیفوں میں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں کرتا مگر یہ کہ اس سے پیغمبر اسلامؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار لیتا ہے۔[1]

اگر ہر پیغمبر اپنے زمانے میں قطب ہے تو حضرت ختمی مرتبتؐ قطب الاقطاب ہیں یعنی آنحضرت کا وجود اولین سے لے کر آخرین تک تمام انبیاء، اولیاء اور الٰہی سفیروں کے لئے قطب ہے۔ سبھی حضرت ختمی مرتبتؐ کے چراغ سے روشنی لیتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں۔ وہ حقیقت اصلی، واقعی اور فعلی ہیں۔ اگر ان کو جمع کرنا چاہیں تو اسم الاعظم، اسم الجامع، اسم اللہ ہوں گے اور اگر "الاسم اللہ" کے مظہر کو دیکھنا چاہیں تو صرف ایک شخص کو دیکھیں گے اور وہ حضرت خاتمؐ کی ذات والا صفات ہے۔ دوسرے قطب اسی حقیقت سے

۱۔ اصول کافی (ج ۱)، ص ۴۳۷

روشنی اخذ کرتے ہیں۔ ختمی ہونے کا مطلب ختم زمانی نہیں ہے بلکہ وہ امام الکل فی الکل اور قطب الاقطاب ہیں اور چونکہ وہ قطب، حجت اللہ ہیں لہٰذا دوسرے لوگ ان کے گرد ہوتے ہیں۔

امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کا وجود مطہر، سرّ انبیاء اور خاتم الانبیاء کی جان ہے جو ان کی حقیقت سے جدا نہیں ہے۔اس لئے حضرت امام موسی کاظمؑ اس نورانی حدیث میں فرماتے ہیں:

"لن یبعث اللہ رسولا الا بنبوۃ محمد و وصیۃ علی"۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

عن ابی جعفر قال: سَمِعتُہُ یَقولُ: واللہِ اِنَّ فی السَّماء لَسَبعین صَفّاً مِنَ المَلائِکَۃِ لَو اجتمع اھلُ الارضِ کُلُّھُم یَحصُونَ عَدَدَ کُلِّ صَفٍّ مِنھُم مَا اَحصُوھُم وَ اِنَّھُم لَیَدینُونَ بِولایتنا۔ ترجمہ: حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: خدا کی قسم آسمان میں فرشتوں کی ستر صفیں ہیں۔ اگر روئے زمین پر رہنے والے لوگ مل کر ان فرشتوں کو شمار کرنا چاہیں تو وہ نہیں کر سکتے۔ وہ تمام فرشتے ہماری ولایت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

جی ہاں! اولیائے محمدی کی ولایت الٰہی نور کا ایسا چراغ ہے جس سے تمام فرشتے اور انسان روشنی پاتے ہیں۔اس حقیقت کو امام جعفر صادقؑ نے اس طرح واضح فرمایا ہے:

نَحنُ شَجَرَۃُ النُّبُوَّۃِ وَ بَیْتُ الرَّحْمَۃِ وَ مَفَاتیحُ الحِکْمَۃِ وَ مَعْدَنُ العِلْمِ وَ مَوضِعُ الرِّسَالَۃِ وَ مُخْتَلَفُ المَلَائکَۃِ وَ مَوضِعُ سِرِّ اللہِ وَ نَحنُ وَدِیعَۃُ اللہِ فِی عِبادِہِ وَ نَحُن حَرَمُ اللہِ الاکبر و نَحُن ذِمَّۃَ اللہِ وَ نَحنُ عَھدُ اللہِ فَمَن وَفی بِعَھْدِنَا فَقَد وَفی بِعَھْدِ اللہِ وَ مَنْ خَفَرَھا فَقَد خَفَر ذِمَّۃِ اللہِ وَ عَھْدَہُ۔[1]

انبیاء ظہورِ خاتمؐ کی تجلی ہیں

حضرت ختمی مرتبتؐ دایرہ وجود کے مرکز ہیں اور تمام انبیاء انہیں کے ظہور کی تجلی ہیں جس میں آدم ابوالبشر آفتاب نبوت کا مبدا و مطلع ہیں اور عنصرِ خلقت کے لحاظ سے انبیاء کے پدر ہیں لیکن معنی اور باطن

۱۔ اصول کافی (ج ۱)، ص ۲۲۱

کے اعتبار سے حقیقتِ خاتمیہ کے فرزند اور حضرت ختمی مرتبتؐ کی حسنات میں سے ایک حسنہ ہیں۔ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اگرچہ حضرت محمدؐ سے نہیں ہیں لیکن حقیقت، واقعیت اور ظاہر و مظہر کے اتحاد کے اعتبار سے انہیں کے ظہور کی تجلی ہیں۔ انبیاء اور اولیائے ماسلف بھی انہیں کی تجلیات کا مظہر ہیں۔ ان کی شریعت اور شاخیں اور شعائیں ولایت محمد یہ سے نکلی ہوئی ہیں۔

عالم خلقت کے شمس الشموس

جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسا قطب جو حقیقتِ کائنات، احکامات اور وجود کا محور و مرکز ہے، ایک ایسی وسیع حقیقت ہے جو ذات کے اعتبار سے واحد اور کثرت میں ظہور کے اعتبار سے متعدد ہے۔ وجود کا محور و مرکز اور کائنات کا شمس الشموس حقیقت محمد یہ ہے جس کا ظہور انبیاء و اولیا میں ہوتا ہے اور کوئی زمانہ بھی اس کے مظہری وجود سے خالی نہیں ہے۔ "والعصر"[1]، عصر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف پیغمبر اسلامؐ سے لے کر اب تک عصر محمدی ہوگا بلکہ ان سے پہلے آدم سے لے کر ہمیشہ کے لئے عصر محمدی ہے۔ "والعصر" اس زمانہ تک محدود نہیں ہے جب آپ کا عنصری وجود اس عالم میں تھا بلکہ سبھی زمانے محمدی ہیں اور اس وقت ہم بھی عصر محمدی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی عصر محمدی میں تھے اور سب نے یہی بتایا کہ جو کچھ بھی وہ لوگ لائے تھے وہ سب قرآن کا ایک حصہ تھا۔ تمام انبیاء و اولیاء اور ان کے وجودی مظاہر، ولایت ختمی مرتبت کے باطن میں پوشیدہ ہیں۔ آنحضرت اپنے ذاتی تعقل، شہود حق اور خلقی مظاہر کے ساتھ اس آفاق و انفس میں نمودار ہوئے اور کائنات و آدم کا ظہور ہوا۔ پس انبیاؑ حضرت ختمی مرتبت کے تفصیلی و فرقانی ظہور ہوں گے، اس لئے انبیاء معارف کے اخذ کرنے میں ان کے وجود کے تابع ہیں۔

شجرہ طوبیٰ

مرتبہ محمد یہ جملہ انبیاء کے مراتب پر محیط ہے، چاہے وہ نبوت ہو یا ولایت ہو، کیونکہ تمام مراتب اسی محمدی مرتبہ کی فرع ہیں جس طرح اس کی کلی روح سے تمام ارواح نکلی ہوئی ہیں۔ وہ حقیقت میں شجرہ طوبیٰ

۱۔ سورہ عصر، آیت ۱

ہے اور انبیاء اس شجر کی شاخ ہیں۔ شیخ کلینیؒ خاتم الانبیاء کی افضیلت کے بارے میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ بَعْضَ قُرَیشٍ قالَ لِرَسول اللہ بِاَیِّ شَیءٍ سَبَقْتَ الانْبِیاءَ وَ اَنْتَ بُعِثْتَ آخِرَھُم وَ خَاتِمَھُم۔ فَقَال: اِنِّی کُنْتُ اَوّلَ مَنْ آمَنَ بِرَبِّی وَ اَوّلَ مَنْ اَجابَ حَیث اَخَذَ اللہُ مِیثاقَ النَّبِیِّیْنَ ...۔ فَکُنْتُ اَنَا اَوّلَ نَبِیٍّ۔ قَالَ: بَلَی، فَسَبَقْتُھُم بَالاِقرارِ بِاللہِ عَزَّوَجَلّ۔ ترجمہ: قریش کے کچھ لوگوں نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ کس وجہ سے آپ دوسرے انبیا پر سبقت لے گئے جب کہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے میں نے اپنے رب پر ایمان لایا اور جب نبیوں سے میثاق لیا جارہا تھا تو سب سے پہلے میں نے اجابت کی... لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرکے دوسرے انبیا پر سبقت حاصل کی۔[1]

یہ اولیت اور خاتمیت کسی زمانے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس انسان نے جس کی حقیقت انسانیت ہے، اپنے وجودی ارتقاء اور ذاتی اعتلاء میں ایسے مقام کو پالیا ہے جس کی بدولت صفات نے اس کے اندر تجلی کرلی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ کا اپنے روحانی مقام میں تخلیقِ اول کے ساتھ وجودی اتحاد ہوگیا ہے اور اس تخلیقِ اول کی ایک قید ہے اور وہ قیدِ اطلاق ہے۔ خداوند متعال اس قیدِ اطلاق سے بھی مطلق ہے۔ پہلا صادر خلقِ اول کے علاوہ ہے کیونکہ خلق اول وہی عقل اول ہے۔ عقلِ اول وہ پہلا کلمہ ہے جو پہلے صدور پر استوار ہوتا ہے اور پہلا صادر نظامِ ہستی کا منشور ہے، تمام کلماتِ وجودی اسی پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ حقیقت جس نے اس پہلے صادر سے وجودی اتحاد کرلیا ہے، یہی حقیقت حضرت ختمی مرتبت ہوجائے گی اور وہی اصل وجود اور اول موجود ہیں، چاہے ان کا یہ مقام و عظمت مادی اور زمینی موجودات کے ادراک سے بالاتر ہی کیوں نہ ہو۔

اسی لئے قرآن نے رسول خداؐ کی مقدس ذات کو احمد کے نام سے یاد کیا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم

۱۔ اصول کافی (ج ۱۰)، ص ۲

بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے پہلے کی کتاب توریت کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد کے لئے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہے لیکن پھر بھی جب وہ معجزات لے کر آئے تو لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔[1]

جناب فیض کاشانی رضوان اللہ علیہ نے تفسیر صافی میں نقل کیا ہے کہ سَأَلَ بَعْضُ الیهود رسول الله لِمَ سَمَّيْتَ اَحْمَد قَال لانی فی السماءِ اَحْمَدُ مِنّی فِی الارض۔[2]

حضرتؐ کے اس نورانی کلام کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت خاتمؐ کا آسمانی وجود ان کے زمینی وجود سے حامد تر جانا گیا ہے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ آسمان اور عالم مفارقتِ نوری میں زمین سے محمود تر ہیں، نتیجتاً اہل آسمان کے نزدیک معروف تر اور محمود تر جانے گئے ہیں۔

منابع و مآخذ

- ❖ قرآن
- ❖ نہج البلاغہ
- ❖ حسن زادہ آملی، حسن، ہزار و یک نکتہ، مرکز نشر فرہنگی رجاء، تہران، ۱۳۶۶ش
- ❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ
- ❖ کلینی، ثقۃ الاسلام، اصول کافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۸۸ش
- ❖ فیض کاشانی، محمد ابن مرتضی (محسن)، تفسیر صافی، مکتبۃ الصدر، تہران، ۱۴۱۶ھ
- ❖ آشتیانی، جلال الدین، شرح مقدمہ قیصری، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، ۱۳۷۵ش
- ❖ ابن العربی، محی الدین، الفتوحات المکیہ، بیروت، دار صادر
- ❖ علی ترکہ اصفہانی، صائن الدین، تمہید القواعد، صائن الدین علی بن محمد الترکہ، انتشارات الزہراء، قم، ۱۳۷۲ش
- ❖ حسن زادہ آملی، حسن، شرح فصوص الحکم، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، ۱۳۷۹ش

۱۔ سورہ صف، آیت ۶
۲۔ تفسیر صافی (ج ۵)، ص ۱۶۹